# اسلام میں عورت کے معاشی حقوق

محمد ظفر اقبال

ذاکر نائیک فرماتے ہیں کہ: ”اسلام نے آج سے ڈیڑھ ہزار برس پہلے عورت کو معاشی حقوق دیے“.(۱) یہ بیان مبہم ہے اور درست نہیں ہے۔ اگر یہ بیان درست تسلیم کرلیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اسلام سے پہلے آنے والے انبیاء کرام کا دین اسلام نہیں بلکہ کچھ اور تھا۔ اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوگا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء، پیغمبر اور رسول دنیا میں آتے رہے لیکن کوئی بھی عورت کو معاشی حقوق نہ دلا سکا اور آخر کار یہ کام رسالت مآبؐ کے ذریعے انجام پایا، یہ تمام انبیاء کی توہین اور تضحیک ہے، نعوذ باللہ۔ حقوق کی بنیاد پر مطالبات کا مغربی منہاج جو امریکہ کے فیڈرلسٹ پیپرز سے شروع ہوکر بنیادی انسانی حقوق کے منشور تک نئی مابعد الطبیعیات کے ساتھ ظہور کررہا ہے، ذاکر نائیک صاحب نے اسے نظر انداز کردیا ہے، حقوق کی اصطلاح کا استعمال مغربی منہاج علم و مابعد الطبیعیات میں تو ٹھیک ہے اسلامی منہاج علم میں درست نہیں۔ ذاکر نائیک صاحب کے اس نقطۂ نظر سے خود بخود یہ بات بھی ابھرتی ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے بھی انبیاء آئے کیا ان کی شریعت میں عورت کو وہ سہولتیں حاصل نہ تھیں جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائیں؟ جبکہ قرآن کریم اس نقطۂ نظر کی تردید کرتا ہے، وہ بتاتا ہے کہ آدم اول سے خاتم الانبیاءؐ تک تمام رسولوں اور پیغمبروں کا دین ایک یعنی اسلام تھا اور ان رسل و انبیاء کے مابین قرآن کسی قسم کی تفریق روا نہیں رکھتا جب آپ کہتے ہیں کہ صرف چودہ سو برس پہلے عورت کو سہولتیں دی گئیں، حقوق دیے گئے رعایتیں اور آزادی دی گئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک، نعوذ باللہ، تمام انبیاء کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے عورت زنجیروں میں جکڑی ہوئی مخلوق تھی۔ جسے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر، نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ اور سابق انبیاء کی جکڑ بندیوں سے آزاد کرایا۔

## عورت کی ملازمت پر دلائل: معذرت خواہی کا شاہکار:

عورت کی ملازمت کے حوالے سے ذاکر نائیک صاحب نے صفحات ۲۵، ۲۶، ۲۷ پر جو دلائل دیے ہیں وہ معذرت خواہی کی خوبصورت ترین شکل ہیں۔ اسلام ایک کُل ہے اور عورت اس کُل کا ایک جزو، اسی طرح اسلام ایک کل ہے اور مرد بھی اس کُل کا ایک جزو۔ اسلام ایک کُل ہے اور

۱ ذاکر نائیک، خطبات ذاکر نائیک، صفحہ ۲۵۔

کسب معاش بھی اس کُل کا ایک جزو۔لہٰذا اسلامی تہذیب و تاریخ اور اسلامی ما بعد الطبیعیات کے تناظر میں جب سوال اٹھایا جائے گا کہ عورت کا سب سے بہترین مقام اور اصل جگہ کیا ہے تو قرآن کے الفاظ میں: وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ "اپنے گھروں میں ٹک کر رہو"،عورت کا اصل مقام اور محل اس کا گھر ہے،اس گھر کو مغربیت اور جدیدیت [Westernization & Modernization] کے نظریات اور تحریک نسواں کی مغربی تحریک [Feminist movement] سے متاثر ہو کر معاشی ترقی کے نام پر گھر سے باہر نکالنا محض جدیدیت ہے۔عورت کا بنیادی کام کسب معاش نہیں گھر کی اخلاقی وروحانی اور ادارتی صف بندی کی تنظیم ،تاسیس اور حفاظت اور نگرانی ہے اس کے سوا ہر کام محض اضافی یا کسی ضرورت کے تحت ہے، اس ضرورت کو مغرب کی اصطلاح میں خیر اور حق قرار دینا مغرب کی پیروی ہے۔

قرآن حکیم نے تمام ازواج مطہرات کے ایمان پر مہر ثبت کر کے ان سے دگنے اجر کا وعدہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پابند فرمادیا تھا کہ آپ کسی اُم المومنین کو طلاق نہیں دے سکتے کیونکہ ان ازواج نے دنیا کی یہ آسائش کو رضا کارانہ ترک فرما کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی رفاقت کو دنیا اور آخرت میں قبول فرمالیااس ذلیل وحقیر دنیا اور اس کی آرائش و آسائش پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت ومحبت آپؐ کے حضور حاضری اور حضوری کی لذت کو ترجیح دی اس دنیا کو ٹھکرادیااور آخرت کو اختیار کرلیا،قرآن کے الفاظ پڑھیے:

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْھُنَّ وَ تُئْوِیْٓ اِلَیْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ مَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَاجُنَاحَ عَلَیْکَ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُھُنَّ وَ لَا یَحْزَنَّ وَ یَرْضَیْنَ بِمَآ اٰتَیْتَھُنَّ کُلُّھُنَّ وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا۔ لَایَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْ م بَعْدُ وَ لَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِھِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَکَ حُسْنُھُنَّ اِلَّا مَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا [۳۳:۵۱-۵۲] ترجمہ: اے نبیؐ! آپ کے لیے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ اس کی اجازت ہے کہ ان ازواج مطہرات کی جگہ اور ازواج لے آئیں ،خواہ ان کا حُسن آپ کو کتنا ہی پسند ہو،لہٰذا ذاکر نائیک کا یہ کہنا کہ اداکاری اور ماڈلنگ اور حسن و جمال نمایاں کرنے والے پیشوں کے سوا عورت کوئی دوسرا باعزت پیشہ اختیار کرسکتی ہے مثلاً ڈاکٹر،نرس، فیکٹریوں میں کام کرنا وغیرہ۔سوال یہ ہے کہ اگر کارخانے جامعات اور تجربہ گاہیں عورتیں آباد کریں گی تو گھر کو برباد ہونے سے کون روکے گا؟ گھروں کو کون آباد کرے گا؟ بوڑھوں اور بچوں کا خیال کون رکھے گا؟ ٹھیک ہے! سری لنکا، فلپائن سے آپ عورتیں اس خدمت کے لیے منگوالیں ،لیکن ان عورتوں کے گھروں میں جب یہی مسئلہ پیدا

ہوگا جو آپ کی عورت کے گھر سے نکلنے کے باعث پیدا ہوا تو اس مسئلے کو کون حل کرے گا؟ یہ مغربی تہذیب کا پیدا کردہ نظریہ ہے کہ گھر کے کام، گھر میں قیام، گھر کی ذمہ داری، بچوں کی تعلیم و تربیت نہایت حقیر، ذلیل کمترین کام ہے جس سے عورت کی صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں، اسی لیے مغرب گھریلو عورتوں کو Working Women تسلیم نہیں کرتا کیونکہ کام [Work] کا مطلب Capital سرمایہ کا حصول ہے، جس کام کا معاوضہ نہ ملے وہ مغرب کی معاشی اصطلاح میں کام ہی نہیں ہے، لہٰذا ایسی عورت بے کار عورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گھر کی حفاظت، اس گہوارہ محبت کی شان و شوکت برقرار رکھنے کا ذمہ دار عورت کو قرار دیا ہے۔ مغرب میں عورت باہر کیوں نکالی گئی اس کی پوری تاریخ ہے۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کی تباہی، مردوں کی کمی، جنسی آزادی، خاندان کا خاتمہ، لذت پرستی، افادہ پرستی اور مادہ پرستی کا فروغ انفرادیت پرستی، صنعتی ترقی اور اعلیٰ معیارِ زندگی کے باعث خاندانوں کی ٹوٹ پھوٹ مغرب کی ایک طویل تاریخ ہے، اس کو نظر انداز کر کے مغرب کی پیروی میں اپنی عورت کو باہر نکالنے کی شرعی دلیلیں صرف معذرت خواہانہ جدیدیت ہے جس سے ہزار بار پناہ مانگنی چاہئے۔

## عورت کی کاروبار میں شمولیت:

"نائیک صاحب عورت کو کاروبار کی بھی اجازت دیتے ھیں ......بشرطیکه اختلاط مرد وزن نه هو اور اگر هو تو عورت اپنے محرم مرد ،باپ، بھائی، شوهر کی مدد حاصل کرے"۔ (۱) سوال یہ ہے کہ یہ محرم مرد اگر اپنی عورتوں کی کاروباری سرگرمیوں کے سرکاری ترجمان [Official Spokesman] بن جائیں تو پھر اپنے معاش کے لیے کس کی مدد حاصل کریں؟ کیا اسلامی تاریخ میں عورت کا مجموعی کردار یہی رہا ہے جس کی اجازت عام دی جارہی ہے؟ کسی عورت کا بہ حالت مجبوری کاروباری سرگرمی میں حصہ لینا اضطراری مسئلہ ہے یہ بھی محض اجازت کے درجے میں ہے اس کو اصول عام کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ خود نائیک صاحب فرماتے ہیں کہ عورت کو جائیداد میں آدھا حصہ اس لیے ملتا ہے کہ اس پر معاش کی ذمہ داری نہیں، جب ذمہ داری نہیں تو عورت کو کاروبار کی اجازت عام کس اسلامی قانون کے تحت دی جارہی ہے؟ نائیک صاحب خود اپنے ہی موقف کی تردید کررہے ہیں۔ اگر مرد حضرات اپنے اخراجات اپنی عورتوں کے کاروبار سے لیں تو یہ بے چارے خود کیوں نہ کاروبار کرلیں؟ اگر عورت مردوں کو روزگار مہیا کرنے لگے تو کیا وہ خود "قوام" کے منصب پر فائز نہ ہوجائے گی؟ مرد کی ذمہ داری گھر کے باہر کے تمام امور اور معاش کی مکمل نگرانی ہے، جس مرد کو کاروبار دنیا کی مکمل اجازت شریعت نے دی

۱ ذاکر نائیک، خطبات ذاکر نائیک، صفحہ ۲۷۔

ہے اسے کاروبار سے نکال کر اپنی عورتوں کے کاروبار کی نگرانی سونپی جارہی ہے اس کا کیا شرعی جواز ہے؟ عورت کا بازار میں نکلنا، بیٹھنا، مردوں سے کاروبار کرنا اسلامی تاریخ تہذیب وعلمیت میں ایک اجنبی تصور ہے، چند استثنائی واقعات کی بنیاد پر عورت کو جبراً کاروبار زندگی میں داخل کرنا بدعت، ضلالت اور جہالت ہے اور یہ تصور خالصتاً مغرب سے درآمد کیا گیا ہے۔ عصر حاضر میں مردوں کو روزگار ملنا مشکل ہوگیا ہے تو عورتوں کو کہاں سے روزگار دیا جائے؟ لیکن اگر اتفاقاً عورتوں کو بھی کثرت سے روزگار کے مواقع میسر بھی ہوں تب بھی گھر کی سلطنت کی کمر توڑنے سے بہتر ہے کہ مغربی تہذیب کے فلسفے سے انحراف کیا جائے اور بیرون ملکوں سے اہل ایمان یا دیگر ضرورت مند غیر مسلم افراد کو ملازمت کے مواقع مہیا کیے جائیں نہ کہ اپنے گھروں کو برباد کرکے کارخانوں کو آباد کیا جائے۔ ہمارے جدید مفکرین کا المیہ یہ ہے کہ وہ جزو کی بنیاد پر فتوے دیتے ہیں اور عورت کی ملازمت کے رجحان کو اس کے حقیقی مغربی تناظر میں نہیں دیکھتے اور اسلامی تاریخ میں چند ایک استثنائی واقعات کی بنیاد پر عورت کے گھر سے نکلنے کا پورا فلسفہ گھڑ لیتے ہیں، جزو کی بنیاد پر رائے دینے کا رجحان دن بدن بڑھ رہا ہے۔ دو مختلف مابعد الطبعیات میں اشتراک ممکن نہیں۔

## دو متضاد مابعد الطبعیات میں اشتراک ممکن نہیں:

مغرب ایک کُل ہے اسلام دوسرا کُل۔ ایک کُل کے جزو کو لے کر دوسرے کُل کو نظر انداز کرکے اس کے جزو سے اپنے جزو میں مماثلت و مشابہت و مطابقت تلاش کرنا نادانی ہے۔ مسلمانوں، اور اہل تسنن اور اہل تشیع میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرات حسنین و حضرت علیؓ و فاطمہؓ اور خاندان نبوت کی شخصیات مشترک ہیں، لیکن کیا مسلمان جس طرح عظیم پیغمبر حضرت عیسیٰؑ کو مانتے ہیں۔ کیا عیسائی بھی انہی حضرت عیسیٰؑ کے قائل ہیں؟ ظاہر ہے نہیں، ہمارے یہاں مسیحؑ رسول اللہ ہیں وہاں مسیحؑ ابن اللہ۔ اب جزو کی بنیاد پر عیسائیت و اسلام میں اتحاد پیدا نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح اہل تسنن اور اہل تشیع کے یہاں حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ، حضرات حسنینؓ بلاشک وشبہ مشترکہ اور محترم ہستیاں ہیں لیکن ایک انھیں معصوم مانتا ہے دوسرا گروہ ان کی معصومیت تسلیم نہیں کرتا، لہٰذا دونوں کی مابعد الطبعیات الگ ہے لہٰذا دونوں کی مشترکہ اساسیات ظاہری مماثلتوں کے باوجود یکسر مختلف ہیں، اب جزوی مشابہت کی بنیاد پر یہ سمجھ لیا جائے کہ دونوں مکاتب فکر میں کوئی فرق نہیں ہے، تو یہ سمجھنے والے کی سادہ لوحی ہے دونوں مکاتب فکر کے اختلافات مابعد الطبعیاتی اختلافات ہیں اس لیے جزو کی بنیاد پر کل پر حکم لگانا اور جزئیات، ظاہری علامات، اور جزوی مماثلتوں ومشابہتوں کی بنیاد پر ایک شے کو دوسرے پر قیاس کرنا اور ایک مابعد الطبعیات کو دوسری مابعد الطبعیات سے ہم آہنگ سمجھنا مسئلے کو الجھانا ہے۔

اب دیکھیے تراویح کے موقع پر حافظ صاحب کا قرآن سننے والا [سامع] ان کے بھولنے پر ان کی تصحیح کرتا رہتا ہے، انھیں لقمہ دیتا ہے، اگر امام قرأت میں کچھ بھول جائے تو مقتدی انھیں سہو کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ ان دو طریقوں کی بنیاد پر یہ استدلال قائم کرنا کہ اسلام میں اظہار رائے کی آزادی [Freedom of Expression] ہے احمقانہ استدلال ہے یا یہ کہنا کہ قرآن میں آتا ہے: وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّلۡمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ‌ۚ فَاِنۡ اُعۡطُوۡا مِنۡهَا رَضُوۡا وَاِنۡ لَّمۡ يُعۡطَوۡا مِنۡهَاۤ اِذَا هُمۡ يَسۡخَطُوۡنَ ...... وَلَوۡ اَنَّهُمۡ رَضُوۡا مَاۤ اٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۙ وَقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ سَيُؤۡتِيۡنَا اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوۡنَ [۹:۵۸،۵۹] ''اے اللہ کے رسول ان میں سے بعض لوگ یہ صدقات کی تقسیم میں آپ پر اعتراضات کرتے ہیں اگر اس مال میں سے کچھ انھیں دے دیا جائے تو خوش ہو جائیں اور نہ دیا جائے تو بگڑنے لگتے ہیں کیا اچھا ہوتا کہ اللہ اس کے رسول نے جو کچھ بھی انھیں دیا تھا اس پر وہ راضی رہتے''۔ لہٰذا اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ عہد رسالت میں لوگوں کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض وتنقید کی آزادی قرآن سے ثابت ہے لہٰذا اظہار رائے کی آزادی ایک عالمگیر قدر ہے، جاہلانہ استدلال ہے۔ اسی طرح: وَ مِنۡهُمُ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ النَّبِىَّ وَيَقُوۡلُوۡنَ هُوَ اُذُنٌ‌ ؕ قُلۡ اُذُنُ خَيۡرٍ لَّـكُمۡ يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَرَحۡمَةٌ لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ‌ ؕ وَالَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ [۹:۶۱] ترجمہ: ''ان میں سے کچھ لوگ ہیں جو اپنی باتوں سے نبی کو دکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص کانوں کا کچا ہے''۔ اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ اسلام میں تنقید کی آزادی ہے احمقانہ دلیل ہے کیونکہ اس آیت کے آخر میں کہا گیا ہے: ''اور جو لوگ اللہ کے رسول کو دکھ دیتے ہیں ان کے لیے دردناک سزا ہے ان دونوں آیات میں منافقین کا ذکر ہے، منافقین کے بارے میں سورہ توبہ اور سورہ منافقون میں جو سخت احکامات آئے ہیں ان کے مطابق منافق کی نماز جنازہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھنے سے روک دیا گیا، ان کی مغفرت کی دعا کی ممانعت کی گئی، ان کی توبہ قبول کرنے سے اللہ نے انکار کردیا اور حکم دیا کہ ان کو دنیا اور آخرت میں عبرت ناک سزا دی جائے لہٰذا آیتوں کو سیاق وسباق سے کاٹ کر عصر حاضر کے مسلمہ قدروں مثلاً جمہوریت، آزادی اظہار رائے سے ہم آہنگ کرنا تحریف فی القرآن کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ آزادی اظہار رائے ایک خاص اصطلاح ہے جو ایک خاص مغربی تاریخ، تہذیب، ثقافت، خاص تصور علیت، مابعد الطبیعیات، تصور انسان اور تصور کائنات سے نکلی ہے جبکہ سامع کا لقمہ دینا یا مقتدی کا امام کو غلطی پر متوجہ کرنے کے عمل کا آزادی اظہار رائے سے کوئی تعلق نہیں، اس کا تعلق تواصوا بالحق سے ہے اخوت اسلامی، جذبہ خیر خواہی ہے الدین النصیحة

☆ جلب مصلحت کی نسبت مفاسد کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے ☆

سے نہ کہ تنقید اور بکواس کی آزادی کے مغربی کفر سے ۔آج کل اکثر جدیدیت پسند مسلم مفکرین تاریخ اسلامی سے اس طرح کے واقعات چُن چُن کر جدید فتویٰ نویسی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں جو خطرناک رجحان ہے خواہ یہ کتنے ہی اخلاص سے کیا جائے۔

## صحابہ کرامؓ کا ازواج مطہراتؓ سے علمی استفادہ: درست تناظر:

ذاکر نائیک صاحب نے عورت کی آزادی کے لیے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ صحابہ ازواج مطہرات سے دینی تعلیم حاصل کرتے تھے، یہ بات حد درجے قابل غور ہے کہ ازواج مطہرات سے علوم دینیہ میں استفادہ کرنے والے صحابہ اصلاً امہات المومنین کے ذریعہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کررہے تھے جو ان کی مائیں تھیں جن سے نکاح ان پر حرام تھا۔ازواج مطہرات صحابہ کرام کے لیے محترم تھیں کیونکہ قرآن نے انھیں ماں کا درجہ عطا فرمایا تھا لیکن یہ درجہ عطا کرنے کے باوجود ازواج کے لیے اور ان کے ساتھ ساتھ ان کی تقلید کے لیے امت کی تمام عورتوں کے لیے احکامات حجاب نازل کیے گئے اور انھیں ضرورت کے مطابق پردے کے پیچھے سے گفتگو کی ہدایت کی گئی ازواج مطہرات کے ذریعے کاشانۂ رسالت میں حکمت کی گفتگو امت تک پہنچائی گئی اسی مقصد کے لیے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو چار سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت دی گئی کہ ازواج مطہرات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں سے نکلنے والے الفاظ اور آپ کے طرزِ عمل، طرزِ معاشرت برتاؤ اور آپؐ کی پوری زندگی کے ایک ایک لمحے کو اپنی آنکھوں، ذہن، دماغ اور قلب میں محفوظ کرکے امت تک منتقل کردیں۔ ازواج مطہرات کو اللہ تعالیٰ نے یہ فریضہ سپرد کیا کہ کاشانہ نبوتؐ میں جو دین سکھایا جارہا ہے اور جو انوار نبوت تقسیم ہورہے ہیں اسے اخذ و جذب کرکے محفوظ طریقے سے اسے علم و عمل کی قوت کے ساتھ امت تک منتقل کردیں، الاحزاب میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تو چاہتا ہے کہ اے امہات المومنین آپ سے رجس [گندگی] کو دور کردے اور آپ کو پوری طرح پاک کردے اللہ کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو یاد رکھیے جو آپ کے گھروں میں سنائی جاتی ہیں، بے شک اللہ لطیف و باخبر ہے: وَ قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِیَّةِ الۡاُوۡلٰی وَ اَقِمۡنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیۡنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعۡنَ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِیۡرًا [۳۳:۳۳]۔لہٰذا ازواج مطہرات سے دینی علوم کے حصول کو بنیاد بنا کر عورتوں سے مردوں کے تعلیم حاصل کرنے کے جواز کا استدلال ذاکر نائیک صاحب کا غلط، کم زور اور اسلامی تاریخ و تہذیب اور تعامل امت سے منحرف استدلال ہے۔

☆ اذا تعارض الحقوق قدم منها المضيّق ☆

## ایک ادھورا سچ:

ذاکر نائیک صاحب کہتے ہیں کہ: ''اسلام نے کسی عورت پر بہتان طرازی کے معاملے میں چار گواہوں کی شہادت لازمی قرار دی ہے گویا اسلام کی نظر میں کسی عورت کی عصمت و عفت پر انگلی اٹھانا ایک بہت بڑا جرم ہے ۔(۱) لیکن یہ ادھورا سچ ہے، نائیک صاحب نے مغرب کو مرعوب کرنے کے لیے نامکمل موقف پیش کیا ہے جو صداقت کے خلاف ہے، اصلاً مرد کے خلاف بھی انگلی اٹھانا اور اس کی پاک دامنی پر تہمت لگانا یکساں درجے کا جرم ہے، مرد پر اس تہمت کے اعلان کے بعد اگر تہمت لگانے والی عورت یا تہمت لگانے والا مرد چار گواہ اپنے دعوے کے حق میں پیش نہ کرے تو اسے بھی اَسّی کوڑوں کی سزا ملے گی۔ اس سزا میں مرد و عورت کی کوئی تخصیص نہیں۔

## عورت بہ طور سربراہِ مملکت اور قرآن:

ذاکر نائیک صاحب کہتے ہیں کہ: ”میرے علم کی حد تک قرآن میں کوئی ایسی آیت موجود نہیں، کوئی ایسا حکم موجود نہیں کہ عورت سربراہ حکومت نہیں بن سکتی“. (۲) قرآن تو اس بارے میں خاموش رہا لیکن ذاکر نائیک صاحب کیسے خاموش رہ سکتے تھے؟ لہٰذا قرآن میں اس کمی کا اعتراف کرنے کے بعد وہ عقلی دلائل کی بنیاد پر عورت کے سربراہ حکومت بننے کی نفی کرتے ہیں لیکن وہ یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی نبوت و رسالت کے لیے عورت کو منتخب یا نامزد نہیں کیا، قرآن نے آیات کے ذریعے واضح کردیا انبیاء و رسل ہمیشہ مرد رہے قرآن نے اللہ تعالیٰ کے لیے ہمیشہ ھُو کا صیغہ استعمال کیا کبھی ھِیَ کا صیغہ استعمال نہیں کیا، قرآن نے استخلاف فی الارض کا حق دار مرد انبیاء و رسل کو ٹھہرایا ان کی صالح مرد اولاد سے ان کے انتقال کے بعد خلافت کا وعدہ فرمایا، قرآن نے لڑکی کی پیدائش پر اظہار تعجب کرنے والی ماں سے جس نے لڑکے کی منت مانی تھی اور اسے رب العزت کی نذر کرنا چاہتی تھی واضح طور پر کہلوایا کہ: '' فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْٓ اُعِیْذُهَابِکَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ [سورۂ آل عمران:۳۶]

قرآن نے جگہ جگہ جہاد میں پیچھے رہ جانے والوں کے لیے طنزاً: الخوالف، مخلفون، القعدین کا لفظ استعمال کیا سورۂ زخرف کی آیات: ۱۷، ۱۸، ۱۹ کا مطالعہ کیا جائے جہاں اللہ تعالیٰ

۱ ذاکر نائیک، ''اسلام میں عورت کے تعلیمی حقوق'' مشمولہ خطبات ذاکر نائیک، صفحات ۴۳۔۱۴۴۔

۲ ذاکر نائیک، خطبات ذاکر نائیک، صفحہ ۶۹۔

☆ یکرہ الایثار بالقرب ☆ عبادت میں ایثار مکروہ ہے ☆

فرماتے ہیں کہ کیا اللہ کے حصے میں وہ اولاد آئی جو زیوروں میں پالی جاتی ہے اور بحث و حجت میں اپنا مدعا پوری طرح واضح نہیں کرسکتی'' : اَوَمَنْ يُنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ [الزخرف:۱۸] قرآن بتاتا ہے کہ پیغمبر ہمیشہ مرد ہی مبعوث کیا گیا لہٰذا امامت کبریٰ اور امامت صغریٰ قرآن کی نص سے مرد ہی کو سزاوار ہے۔ ان نصوص کی تفصیل درج ذیل ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا [۳۳:۴۰] وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ [۴۳:۳۱]

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ [سورۂ یوسف:۱۰۹]، وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [سورۂ النحل:۴۳]، وَ مَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [سورۂ الانبیاء:۷] ان آیات میں واضح کردیا گیا کہ انبیاء و رسل ہمیشہ مرد ہوتے تھے اور انہی مردوں سے اللہ نے استخلاف فی الارض کا وعدہ کیا، یہی وعدہ سورہ نور کی آیت استخلاف میں بیان ہوا اور قیامت تک امت کے لیے یہی وعدہ ہے۔ ذاکر نائیک صاحب کی قرآن پر گہری نظر ہوتی تو انھیں امامت کبریٰ سے عورت کو محروم رکھنے کے لیے عقلی دلائل پر انحصار نہ کرنا پڑتا۔ ان آیات کی روشنی میں یہ استدلال کہ قرآن نے عورت کے حاکم بننے کی ممانعت نہیں کی معذرت خواہانہ استدلال ہے۔ اس بنیاد پر تو آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ قرآن نے عورت کو نماز کی امامت سے نہیں روکا لہٰذا عورت کی امامت بھی جائز ہے، سپہ سالار بنانے کی ممانعت نہیں کی لہٰذا وہ سالار لشکر ہوسکتی ہے، عورت کو اس بات سے نہیں روکا کہ وہ مرد کو طلاق نہ دے لہٰذا عورت مرد کو طلاق بھی دے سکتی ہے، عورت کو مرد پر حکم چلانے کی ممانعت نہیں کی اس کو مرد پر قوام بننے کی ممانعت نہیں کی لہٰذا وہ مرد کو حکم دے سکتی ہے کہ وہ گھر میں رہے عورت خود باہر کے کام کرے گی اور مرد گھر سنبھالے۔ قرآن نے مرد کی چار عورتوں سے بیک وقت نکاح کی اجازت تو دی ہے لیکن عورت کو بیک وقت دو مردوں سے نکاح کی ممانعت نہیں کی لہٰذا وہ دو مردوں سے بھی نکاح کرسکتی ہے، قرآن نے عورت کو غلام سے تمتع کی ممانعت نہیں کی البتہ مرد کو لونڈی سے تمتع کی اجازت دی لہٰذا عورت غلام سے بھی تمتع کرسکتی ہے، قرآن نے نہ مرد کو اذان دینے کا حکم دیا نہ عورت کو کبھی اذان دینے سے روکا لہٰذا عورت بھی اذان دے سکتی ہے۔ ظاہر ہے ذاکر نائیک صاحب عورت کو ان امور سے روکنے کے سلسلے میں قرآن کی کوئی آیت پیش نہیں کرسکتے لہٰذا وہ فوراً سنت، تعامل امت اور

☆ جب حقوق باہم متعارض ہوں تو ان میں جس کا وقت تنگ ہو اسے ترجیح حاصل ہوگی ☆

اجماع امت سے ثابت شدہ ان امور کو نقل سے ثابت کرنے کے بجائے عقل سے ثابت کرنے کی کوششیں کریں گے۔ نص سے ثابت ہے کہ انبیاء مرد تھے، وہی جماعت کی امامت کے بھی حقدار تھے، جب عورت امامت صغریٰ یعنی جماعت کی امامت کی مستحق نہیں تو وہ امامت کبریٰ یعنی خلافت ارضی کے منصب پر کیسے فائز ہوسکتی ہے؟

احادیث میں رسالت مابؐ کی مختلف دعوتوں کا ذکر ہے ان دعوتوں میں صحابہ کرام مدعو ہوتے تھے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتے تھے مگر مردوں کے ساتھ کبھی عورتوں کو کھانا نہیں کھلایا گیا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عورتوں نے کبھی مسجد نبوی میں جماعت کی امامت نہیں کی، جہاد کے سخت ایام میں بھی کسی عورت کو امامت، نیابت اور مدینہ منورہ میں خلافت کی ذمہ داری سپرد نہیں کی گئی بلکہ کسی نہ کسی مرد کو یہ ذمہ داری سونپی گئی۔ حتی کہ مدینہ سے جب بھی لشکر جہاد کے لیے کوچ کرتا تو رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کو اپنا خلیفہ نامزد فرماتے کبھی کسی عورت کو یہ منصب سپرد نہیں کیا گیا:

اللہ تعالیٰ نے سورۂ مدثر میں بیان فرمایا: عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ. وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ [سورۂ مدثر: ۳۰،۳۱]

دوزخ پر انیس کارکن مقرر ہیں اب کفار کے عقلیئن اس تعداد پر بپھر گئے کہ ایک ایسی جگہ جہاں ازل سے ابد تک کے انسانوں سے جہنم بھر دی جائے گی اس کا انتظام سنبھالنے کے لیے صرف ۱۹ کارکن فرشتے یہ کیا کرسکیں گے؟ اب عقلی، منطقی اور کلامی دلائل کے رسیالوگ دلیل دیں گے یہ ایک کارکن ایک کروڑ کارکنوں کے برابر ہیں، ان کارکنوں کی طاقت، قوت، ہیبت اور شوکت کا کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا، کچھ اور جدیدیت پسند آئیں گے اور کہیں گے کہ کھربوں انسانوں کے لیے صرف انیس فرشتے کیسے کافی ہوسکتے ہیں؟ یہ ناممکنات میں سے ہے۔ مینجمنٹ کرائسس سائنس [Management Crises Science] بھی یہی کہتی ہے کہ انیس فرشتے کھربوں انسانوں کی تنظیم کے لیے ناکافی ہیں، لہٰذا انیس کے ہندسے کی لغوی، نحوی، منطقی اور عقلی دلیلیں تراشنے میں یہ عقلیئن عمریں بسر کردیں گے۔ یہ جدیدیت پسند ذہن کے معذرت خواہانہ طرز استدلال کی ایک مثال ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں واضح طور پر جتلا دیا کہ انیس کی تعداد کو ہم نے کفار کے لیے

فتنہ بنادیا اہل کتاب اس بیان کو مانیں گے کہ وہ فرشتوں کی طاقت پر ایمان رکھتے ہیں اور کفار و مشرکین کہیں گے کہ بھلا اللہ کا اس عجیب بیان سے کیا مطلب ہوسکتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔ اس دوزخ کا ذکر اس کے سوا کسی غرض سے نہیں کیا گیا کہ لوگوں کو اس سے نصیحت ہو[المدثر:۳۱] اس آیت سے قرآن کا طرز استدلال معلوم ہوگیا کہ جہاں کہیں کوئی ابہام، گنجلک اور عقدہ مشکل بہ ظاہر نظر آتا ہے وہ صرف کفار کی آزمائش کے لیے ہوتا ہے، ان کو ان کے کفر پر مزید مستحکم کرنے کے لیے ہوتا ہے اور اہل ایمان کو اپنے ایمان میں اٹل کرنے کے لیے ہوتا ہے نہ کہ ان آیات کے سائنسی، معنی تلاش کرنے کے لیے جو جدیدیت پسند مسلم مفکرین کا طریقہ کار ہے۔

## عورت کے سربراہ مملکت نہ بننے پر نائیک صاحب کے عقلی دلائل:

ذاکر نائیک صاحب نے عورت کے سربراہ مملکت نہ بننے کے سلسلے میں چند عقلی دلائل دیئے ہیں:

**[۱] "عورت کو دوسرے سربراہان مملکت سے بند کمرے میں ملاقات کرنی ہوتی ہے جو عموماً مرد ہوتے ہیں. یہ ملاقات تنہائی میں ہوتی ہے جس میں کوئی دوسرا موجود نہیں ہوتا، اسلام ایسی ملاقات کی اجازت نہیں دیتا". (۱)**

ذاکر نائیک صاحب نے عورت کو نامحرم مردوں سے کاروبار کی اجازت اس شرط پر دی تھی کہ عورتیں اپنے محرم باپ اور بیٹے، بھانجے وغیرہ کے ذریعے کاروباری امور انجام دیں، اس فلسفے کے تحت مسلم سربراہ عورت اور غیر مسلم مرد حکمراں کے مابین ملاقات کے وقت کوئی محرم موجود رہ سکتا ہے، مسئلہ حل ہوجائے گا یقیناً ذاکر نائیک اصرار کریں گے کہ ایسا ممکن نہیں کیونکہ یہ خفیہ ملاقات ہوتی ہے اس میں کسی تیسرے فرد کو شامل کرنے سے بعض امور خفیہ نہیں رہ سکتے، اس کا جواب یہ ہے کہ حکمران بننے والی عورت ایک ایسے مرد سے شادی کرلیتی ہے جو اندھا بہرا گونگا ہے، اس شوہر کو وہ ہر خفیہ ملاقات کے موقع پر شریک محفل کرلیتی ہے اس صورت میں محرم کی شرط بھی پوری ہوجاتی ہے، تنہائی بھی مجروح نہیں ہوتی اور راز افشا ہونے کا معاملہ بھی ساقط ہوجاتا ہے، تو کیا اسلام میں ایسے مرد کی عورت کو حاکم بننے کی اجازت مل جائے گی؟ اگر دنیا کے تمام حکمران صنف نازک سے تعلق رکھتے ہوں تب تو مسلمان عورت حکمران ہوسکتی ہے؟

**[۲] "ذاکر نائیک صاحب کے خیال میں عورت کے حکمراں نہ بننے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ بحیثیت سربراہ حکومت عورت کی تصاویر بنتی ہیں،**

---

۱ ذاکر نائیک، خطباتِ ذاکر نائیک، صفحہ ۶۹۔

**ویڈیو فلمیں بنتیں ھیں، مردوں سے ھاتھ ملانا پڑتا ھے، اسلام اس طرح کے آزادانہ اختلاط کی قطعی اجازت نہیں دیتا". (۱)**

یہاں یہ بات تسلیم کرلی گئی کہ عورت کی تصاویر اور ویڈیو فلمیں ...... حلال نہیں ہے مگر صرف عورت کے لیے کیوں مرد کے لیے کیوں نہیں؟ اور خود ذاکر نائیک صاحب کے لیے کیوں نہیں؟ ذاکر نائیک صاحب عورت کو فیکٹری میں کام کرنے کی اور شوبزنس کے سوا ہر پیشہ اختیار کرنے کی اجازت پہلے دے چکے ہیں ان کے مخلوط پروگرام میں عورتیں شریک ہوتی ہیں، سوال پوچھتی ہیں، ان کی ویڈیو بھی بنتی ہے اور تبلیغ دین کے لیے دنیا بھر میں استعمال بھی ہوتی ہیں، اب آزادانہ اختلاط پر قدغن عائد کرنے کا انھیں کوئی حق نہیں ہے۔ ایک مسلم سربراہ عورت اپنے ملک میں تصاویر کھینچنے پر پابندی لگا دے، ویڈیو فلموں کی اجازت نہ دے، مردوں سے ہاتھ نہ ملائے تو کیا اس صورت میں وہ سربراہ مملکت ہوسکتی ہے؟ لہٰذا نائیک صاحب کی عقلی دلیلیں یہاں بھی مسترد ہوگئیں، دلیل، اصول کی بنیاد پر ہوتی ہے، نتائجیت [Pragmatism] اور ثمر [result] کی بنیاد پر نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ویڈیو ساٹھ کے عشرے میں منظر عام پر آئی تو کیا ویڈیو فلم کی ایجاد سے پہلے جب عورتیں مرد سے ہاتھ بھی نہ ملاتی تھیں اور پردے کے پیچھے سے بات کرتی تھیں تو کیا اس دور میں عورت سربراہ مملکت ہوسکتی تھی؟ کیا ویڈیو کے خاتمے کے بعد عورت سربراہ مملکت ہوسکتی ہے تو یہ مسئلہ اصول کا ہے یا احوال کا کہ احوال کے تبدیل ہونے سے حکم تبدیل ہوگا؟ یا یہ مسئلہ اصولی ہے جو احوال کے تبدیل ہوجانے کے باوجود محکم رہے گا اس میں تبدیلی نہیں ہوگی؟

**[۳] "ذاکر نائیک صاحب کی تیسری دلیل یہ ھے کہ بحیثیت سربراہ مملکت ایک عورت کیے لیے عوام کے قریب رھنا ان سے مل کر ان کے مسائل معلوم کرنا بھی مشکل ھوگا". (۲)**

آج کل کوئی سربراہ مملکت عوام کے قریب رہتا ہے نہ ان سے گھل مل کر مسائل معلوم کرتا ہے پاپولر ڈیموکریسی یا Modisonian Democracy میں عوامی نمائندے یہ کام کرتے ہیں لہٰذا نائیک صاحب کی یہ دلیل بہت کمزور ہے۔

**[۴] "نائیک صاحب کی چوتھی دلیل یہ ھے کہ ایام حیض میں عورت**

---

۱ ذاکر نائیک، خطبات ذاکر نائیک، صفحہ ۷۸۔ ۲ ذاکر نائیک، خطبات ذاکر نائیک، صفحہ ۷۶۔

**متعدد نفسیاتی تبدیلیوں سے گزرتی ھے، اگر عورت سربراہ ھے تو یہ تبدیلیاں اس کی قوت فیصلہ پر اثر انداز ہوں گی"۔(۱)**

ایک مسلم عورت کو جو سربراہ مملکت کے عہدے کی طالب ہے پیدائش کے بعد کبھی حیض نہیں آئے تو کیا اس صورت میں وہ حکمران بن سکتی ہے؟ اگر کوئی عورت ادویات کے ذریعے اپنے حیض بند کرالے تاکہ سربراہ مملکت بن جائے تو کیا اس کا سربراہ مملکت بننا شرعاً درست نہیں ہوگا؟ کیونکہ حیض ایک علت تھی جس کا قلع قمع ہوگیا جب علت ہی باقی نہ رہی تو حکمراں نہ بننے کی قید بھی باقی نہ رہے گی؟ اگر عورت حیض کی عمر سے نکل جائے تو کیا وہ سربراہ مملکت بن سکتی ہے؟ اگر کسی عورت کو پیدائش کے بعد حیض ہی نہیں آئے اور یہ کیفیت دائمی رہے تو کیا وہ سربراہِ مملکت بن سکتی ہے؟ کیا سربراہِ مملکت کی شرط حیض کے آنے یا نہ آنے سے متعین ہوتی ہے؟

**[۵]"نائیک صاحب کی پانچویں دلیل یہ ھے کہ ایک عورت حاملہ بھی ہوسکتی ھے اس کے بچے ہوں گے، ماں کے فرائض بھی ھیں، سربراہ مملکت اور ماں کی ذمہ داریاں بیک وقت ادا کرنا مشکل ھے" .(۲)**

اگر کوئی عورت سن یاس میں پہنچ کر بچوں سے اور حیض سے فارغ ہو بچوں کو گھر والا بنا کر سربراہ مملکت بننا چاہے تو پھر کیا عذر شرعی ہوگا؟ یا اگر ایک عورت کو نہ حیض آیا نہ اس نے بچے پیدا کیے لیکن شادی ایک عنین، اندھے، بہرے اور گونگے سے کرلی تو کیا وہ سربراہ مملکت ہوسکتی ہے؟ اگر ایک عورت تجرد کی زندگی اختیار کرلے یا بیوہ ہو یا مطلقہ اور بچے بھی نہ ہوں تو کیا وہ سربراہ مملکت ہوسکتی ہے؟

**[۶]"عورت کو جائیداد میں آدھا حصہ اس لیے ملتا ھے کہ اسلام میں معاشی ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ھے، خاندان کے تمام معاشی اخراجات پورے کرنے کی وجہ سے ضروری ھے کہ عورت کے مقابلے میں مرد کو زیادہ حصہ ملے". (۳)**

اگر مرد بے روزگار ہے عورت کفالت کرتی ہے یا دونوں گھر کی مساوی کفالت کرتے ہیں تو یہ عقلی دلیل مسترد ہوگئی کہ مرد کو معاشی کفالت کی وجہ سے آدھا حصہ ملتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدھے حصہ کی شرط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور خیر القرون کے لیے تھی چونکہ ذاکر نائیک صاحب کیمپ بل سے مناظرے میں کہہ چکے ہیں کہ قرآن کے الفاظ کے جو معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے عہد کے صحابہؓ نے اخذ کیے وہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے حتمی اور آخری نہیں

۱ ذاکر نائیک، خطبات ذاکر نائیک، صفحہ ۷۰۔ ۲ ایضاً، صفحہ ۷۰۔

۳ ایضاً، صفحہ ۹۳۔

ہیں۔ البتہ یہ اصول بائبل پر لاگو ہوگا کہ بائبل ایک خاص زمانے میں خاص قوم، ایک خاص عہد اور زمان مکان کے لیے نازل ہوئی تھی، لہٰذا اس عہد میں پیغمبر اور ان کے حواریوں نے بائبل کے جو معنی لیے تھے وہ صرف اس عہد کے لیے کارآمد تھے اور وہی معنی قطعی تھے۔ لہٰذا ذاکر نائیک صاحب کی یہ دلیل مسترد ہو جاتی ہے کہ عورت کو مرد کے مقابلے میں آدھا حصہ ملنا عدل کا تقاضا ہے، خدا کی شریعت سراپا عدل ہے اس کا حکم آپ کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے تب بھی وہ عدل، خیر، الحق اور العلم ہے جس میں کوئی شبہ نہیں اگر اسلام میں عورت کو جائیداد سے آدھا حصہ ملتا ہے تو قرآن کی رو سے ماں باپ کو اولاد کی جائداد میں برابر حصہ کیوں ملتا ہے؟ کیا ماں عورت نہیں ہے؟ جائیداد کی تقسیم کا الٰہی طریقہ اس کی حکمت بالغہ کے تناظر میں ہے آدھے پونے چوتھے حصے کی کوئی حیثیت نہیں۔ نائیک صاحب یہاں بائبل پر اعتراض کرتے ہوئے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیتے کہ اگر بائبل کے احکامات صرف اسی کے زمانے کیلئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انجیل کی تصدیق و توثیق و تائید کیوں فرمائی اور مسلمان کے لیے یہ کیوں لازم قرار دیا کہ وہ ہر سابق نبی، رسول، پیغمبر اور ان کی کتاب پر بلا تفریق ایمان لائے اگر وہ کتابیں کسی خاص عہد کو مخاطب کر کے نازل کی گئیں تو امت رحمت للعالمین پر ان کی تصدیق کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ وہ عہد گزر گئے ہیں۔

## ائیر ہوسٹس کا انتخاب: ذاکر نائیک کے مضحکہ خیز دلائل:

ذاکر نائیک صاحب فرماتے ہیں: "ایئرھوسٹس کا انتخاب حسن کے حوالے سے ھوتا ھے۔ ایئرھوسٹس کی نوکری اچھی اور مناسب نوکری نہیں ھے۔ آپ نے کبھی کوئی بدصورت ایئرھوسٹس نہیں دیکھی ھوگی"۔ (۱)

نائیک صاحب کو یاد نہیں رہا کہ افریقی ائر لائنوں کی ائر ہوسٹس نہایت کالی اور نادانوں کی نظر میں بدصورت ہوتی ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق خوبصورت ہے حسن کسی کے چہرے میں نہیں دیکھنے والے کی نظر میں ہوتا ہے اس لیے ایک حبشی وزیر کو ایک بادشاہ نے دنیا بھر کے سفر پر بھیجا کہ دنیا کے سب سے خوبصورت بچے کو تلاش کر کے لاؤ تو کئی سال کے سفر کے بعد اس نے ایک نہایت کالے کلوٹے بدشکل بچے کو (دنیا کی زبان میں) بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا بادشاہ نے تعجب سے پوچھا کہ اس بچے میں تمھیں کیا حسن نظر آیا؟ اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا عالم پناہ یہ میرا بچہ ہے اور یقین کیجیے دنیا میں اس سے زیادہ خوبصورت بچہ کوئی نہیں ہے۔ یہ یقین اور یہ نقطۂ نظر قلب کی آنکھ

---

۱۔ ایضاً، صفحہ ۹۵۔

سے پیدا ہوتا ہے جب محبت قلبی ہوتی ہے تو ایک کالے کلوٹے کو بالکل دوسری نظر سے دیکھتی ہے۔ جب محبت عقلی [analytical]، ذہنی [mental]، مادی [material] اور طبیعی [physical] ہوتی ہے تو وہ کالے رنگ کی منفی تفسیر پیش کر کے کالے حسن کی حُسن کُشی کرتی ہے۔ جس طرح صبح کے اجالے میں ایک حسن ہے بالکل اسی طرح رات کی سیاہی میں بھی حسن ہے اسے دیکھنے کے لیے فکر نہیں نظر چاہئے:

ہم ایسے اہل نظر کو ثبوت حق کے لیے — اگر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی

اگر دنیا بھر میں ائر ہوسٹس کا انتخاب بدصورتی کی بنیاد پر ہونے لگے اور کسی خوبصورت ایر ہوسٹس کو ملازمت نہ دی جائے تو کیا نوکری شرعی اور روحانی ہو جائے گی؟ اگر انتخاب حسن کے بجائے بدصورتی کی بنیاد پر ہو تو کیا یہ نوکری حلال ہوگئی؟

پھر فرماتے ہیں:

**''ایئرهوسٹس کو مسافر کی سیٹ بیلٹ باندهنا هوتی هے، مسافروں کو راغب کرنے کے لیے خوبصورت خواتین سامنے لاتے هیں....**

**ایئرهوسٹس چار برس تک شادی نهیں کرسکتی، حامله هونے کی صورت میں نوکری ختم هو جائے گی، ۳۵ سال کی عمر میں انهیں ریٹائر کر دیا جاتا هے.(۱)**

اگر کوئی ایئرلائن ان تمام شرائط کا خاتمہ کر دے، بدصورت عورتوں کو ملازمت دے، مردوں سے مردوں کی سیٹ بیلٹ باندھنے کا کام لے، ایئر ہوسٹس کو شادی کی اجازت ہو، حاملہ ہونے کی اجازت ہو اور حالت حمل میں مسافروں کی خدمت کرنے کے فرض سے وضع حمل اور رضاعت تک رخصت دے دی جائے، اور اس کی نوکری کو حاملہ ہونے کے باوجود تحفظ مل جائے یا حالت حمل میں رخصت دے دی جائے مسافروں کو رغبت دلانے کے لیے طوائفیں رکھ لی جائیں، ایر ہوسٹس صرف خدمت کرے تو کیا اس صورت میں ائر ہوسٹس کی یہ نوکری حلال ہوجائے گی؟ آخر فیکٹری میں عورت ذاکر نائیک صاحب کی اجازت سے کام کرسکتی ہے جب کہ وہاں بھی یہی حالات ہوتے ہیں، ہر جگہ مردوں سے اختلاط ہوتا ہے، تعلیمی اداروں، ہسپتالوں میں، مردوں کا لڑکیوں اور خواتین سے اختلاط ہوتا ہے تو وہاں نوکری کیوں حلال ہے، ایئر لائن میں کیوں حرام ہے؟

۱؎ ایضاً، صفحہ ۹۶۔

☆ الیقین لا یزول بالشک ☆ (فقہی ضابطہ)

## مخلوط تعلیم گاہ: طالبات کا جنسی استحصال:

ذاکر نائیک فرماتے ہیں: **"مخلوط تعلیم گاہ میں تعلیم ٹھیک نہیں، کیونکہ "جداگانہ تعلیمی اداروں میں طالب علم تعلیم پر زیادہ توجہ دیتے ہیں، لڑکیاں جنسی معلومات حاصل کرنے پر وقت صرف کرتی ہیں، اساتذہ طالبات کو زیادہ نمبر دے کر جنسی استحصال کرتے ہیں". (۱)**

اگر مخلوط تعلیمی اداروں میں داخلہ لینے والے لڑکوں لڑکیوں اور مرد اساتذہ کو ایسی دوائیں دوران تدریس دے دی جائیں جن سے ان کے جنسی جذبات بالکل مردہ ہو جائیں تو کیا اس صورت میں مخلوط تعلیم جائز ہوگی؟ ایسی ادویات صدیوں سے موجود ہیں اور اب بھی دستیاب ہیں۔ کیا قوت مردی سے محروم مرد اساتذہ کے ذریعے عورتوں کو تعلیم دینا حلال ہوگا؟ اگر اساتذہ زیادہ نمبر نہ دیتے ہوں کم نمبر دیتے ہوں تب مرد اساتذہ سے تعلیم حلال ہوگی؟ اگر اساتذہ اور طالبات بہ رضا و رغبت جنسی تعلقات قائم کرلیں تو وہ جائز ہوں گے یا صرف جبراً نا جائز ہوں گے؟

اگر اساتذہ جنسی استحصال نہ کرتے ہوں تمام مرد اساتذہ کی بیویاں بھی اسی اسکول میں استاد ہوں، لڑکیاں لڑکے جنسی معلومات حاصل نہ کرتے ہوں، اسکول کا سخت دینی ماحول ہو تو کیا مخلوط تعلیم جائز ہو جائے گی اصولی دلیل کیا ہے؟ عقلی دلیل تو کبھی بھی عقلی بنیاد پر رد ہو سکتی ہے۔

## لڑکیاں: مرضی کی شادی: مجرد قانونی دلیل اور اس کا انجام:

ذاکر نائیک فرماتے ہیں: **"لڑکیوں کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کی اجازت ہے، والدین اس پر زبردستی نہیں کرسکتے، بیٹی کو شوہر کے ساتھ زندگی گزارنی ہے اس کے والدین نے نہیں". (۲)**

کیا لڑکی اس کے والدین اس کے خاندان ایک کل ہیں یا یہ سب الگ الگ وحدت ہیں؟ کیا لڑکی اور والدین اس کل کا ایک جزو ہیں یا ہر جزو اپنی اپنی جگہ خود ایک کل [whole] ہے؟ کیا خاندان کسی اجتماعیت کا مظہر ہے یا یہ خاندان مغربی اور یورپی خاندانوں کی طرح فلسفہ انفرادیت کے ذریعے ہر فرد کو خود مختاری آزادی عطا کرتا ہے؟ کیا نکاح صرف لڑکی اور لڑکے کے درمیان ایک رسمی

---

۱ ایضاً، صفحہ ۹۸۔ ۲ ایضاً، صفحہ ۱۰۴۔

☆ عام کی تخصیص نیت کے ساتھ دیانۃً مقبول ہوتی ہے نہ کہ قضاءً ☆

کارروائی ہے یا اسلامی معاشرت کی اہم ترین اکائی ہے جس کے بغیر نہ خاندان وجود میں آتا ہے نہ دو خاندانوں کے اتصال سے رشتوں، تعلقات، محبت، معاملات کا ایک تانا بانا [Web of relations] وجود پذیر ہوتا ہے۔ اگر عورت مرد سے خاندان کی مشاورت کے بغیر شادی کرے تو کیا وہ خاندان کی محبت اور امان سے خود کو محروم نہ کرے گی؟ یہ عجیب بات ہے کہ سورۃ شوریٰ میں رسول کو حکم دیا جارہا ہے کہ اپنے معاملات آپس کے مشورے سے طے کرو: وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ [۳۸:۴۲] آپ کو ہدایت کی جارہی ہے کہ ان کو دین کے کام میں شریک مشورہ رکھیے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْلَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ [۱۵۹:۳]۔ رسول مشورے کرنے کے پابند ہیں لیکن ایک نو سال کی لڑکی کو کسی سے مشورے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ بالغ ہے۔ لیکن عورت کو اتنی آزادی دی جارہی ہے کہ وہ بلوغت کی عمر میں داخل ہوتے ہی ماں باپ اہل خانہ سے مشورے کے بغیر ہی خود اپنی قسمت پر مہر لگادے۔

جس طرح ماں باپ کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ بیٹی کی اجازت کے بغیر اس کا ہاتھ کسی کے ہاتھ میں تھما دیں اسی طرح بیٹی بھی آزاد نہیں ہے کہ وہ ماں باپ کو مطلع کیے بغیر ان کی سرپرستی ترک کرکے ان کی رضا، رائے اور مشورے کے بغیر اپنی قسمت کا فیصلہ خود کرے، یہ رویہ صفت رحمت، مودت اور محبت کے منافی ہے ہر دو فریقوں کے اختیارات، تعلقات، معاملات، صرف اور صرف قانون کے دائرے میں نہیں دین محبت اور قانون کی کلیت کے دائرے میں بھی موجود ہوتے ہیں خواہ اس کا اظہار باقاعدہ کیا گیا ہو یا نہیں، اس دائرے کا ایک جزو [part] قانون ہے مگر یہ کل [whole] نہیں اسلام کے کل میں قانون بھی ہے لیکن صرف قانون اسلام نہیں ہے، جب آپ اسلام کی کُلیّت میں سے صرف قانون اور صرف محبت کو لیا جاتا ہے، تو ایک جزو کو لے کر کل کو نظر انداز کردیا جاتا ہے کل کو اجزاء میں توڑنے سے اس کی روح مر جاتی ہے، جس کے باعث مسائل پیدا ہوتے ہیں قانون اسلام کی کُلیت کا ایک جزو ہے دین کو صرف قانون پر منحصر کردیا جائے تو اس سے کبھی خیر بر آمد نہیں ہوسکتا یہ کُل سے جزو کو الگ کرنے کا انجام ہے جیسے سوڈیم کلورائیڈ

نمک [Nacl] سے کلورین کو الگ کر کے کھایا جائے تو موت واقع ہو جائے گی۔ لیکن اگر کلورین سوڈیم سے مل جائے تو یہ انسان کے لیے نافع ہو جائے گی۔

## خاندان کا حصار اور رشتوں کی زنجیر: تحفظ کا ضامن:

صرف اپنی پسند سے شادی کرتے ہوئے اپنے خاندان کو نظر انداز کرنے والی لڑکی ماں، باپ، بھائی تایا، پھوپھا، نانا، دادا، چچا، خالو، ماموں کے ساتھ رشتوں کی لازوال زنجیر میں بندھی ہے، کیاان میں کوئی بھی اس لائق قابل نہیں کہ عورت ان سے مشورے کرے عورت اس قدر قابل، لائق اور فائق اور ماہر ہے کہ کسی سے مشورہ نہ کرے گی؟ قرآن بتاتا ہے کہ ملکہ سبا بلقیس اور فرعون بھی اپنے ارباب حل وعقد سے مشورہ کرتے تھے، لیکن اسلامی تہذیب کی نو سالہ دوشیزہ بالغ لڑکی کو کسی سے مشورے کی ضرورت ہی نہیں وہ فرعون اور ملکہ سباء سے بھی اونچی مخلوق ہے۔ وہ ایسی مختار کل ہے کہ جب چاہے اپنی زندگی کا فیصلہ کر کے رخصت ہو جائے، جیسے اسے کبھی اپنے گھر واپس نہیں آنا ،جیسے اس کا شوہر اس پر ہمیشہ مہربان رہے گا، جیسے موت نے اس کے شوہر کا پیچھا ترک کر دیا ہے، جیسے حالات ہمیشہ ان کے لیے بہتر رہیں گے جیسے اسے کسی کی ضرورت نہیں تنہا لڑکی اور تنہا لڑکا اپنے اپنے خاندان رشتہ داروں کی امان، ڈھال اور سائبان کو ترک کر کے تنہائی کی زندگی بسر کر لیں گے، جیسے لڑکا اور لڑکی ہمیشہ صحت مند رہیں گے کبھی معذور و مجبور نہ ہوں گے، ہمیشہ فارغ البال رہیں گے، کبھی بے روزگار نہ ہوں گے، ان کو کبھی کسی کی مدد اعانت کی ضرورت نہ ہوگی، یہ زندگی کی کشتی آفات وحوادث کے طوفان میں اور سخت موجوں میں تنہا ہی نکال لیں گے، ان کے بچوں کو کسی نانی، دادی، چاچی، پھوپھی ممانی یا خالہ کی کبھی ضرورت نہیں ہوگی۔ یہ انسانوں کے بچے ہیں یا مغرب کی تجربہ گاہ میں پیدا ہونے والی ٹیسٹ ٹیوب بے بی ہے جس کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں حتی کہ ماں باپ سے بھی کوئی تعلق نہیں، کیا یہ کلون شدہ نسل ہے جسے رشتوں، محبتوں اور الفتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ کل کوئی آزمائش مشکل تکلیف مصیبت اور پریشانی ہوگی تو خاندان کی امان رڈھال چھوڑنے والی عورت کس منہ سے اس امان کو طلب کرے گی؟ اگر شوہر نے اس سے دغا کر دی تو وہ کہاں رہے گی؟ کس کے سہارے جیے گی؟ وہ روز مرے گی اور کبھی جی نہ سکے گی اگر شوہر نے اسے طلاق دے دی اور دوسری شادی کر لی اس کو لٹکتا چھوڑ دیا کراچی کی عدالتوں میں ننانوے فی صد محبت کی شادیوں کا عبرتناک انجام دیکھ لیا جائے جہاں

لڑکیاں ایڑیاں رگڑ کر مرتی ہیں اور دارالامان میں طوائف بن کر زندگی بسر کرتی ہیں اور اپنے ماں باپ کے گھر واپس جانے کے بجائے خودکشی کو ترجیح دیتی ہیں پسند کی نوے فی صد شادیاں طلاق پر ختم ہوتی ہیں دیہی علاقوں میں گھر سے بھاگ کر شادیاں کرنے والے جوڑے عدالتوں سے اپنے نکاح کو جائز قرار دلواتے ہیں مگر معاشرتی دباؤ کا سامنا نہیں کر پاتے وہ اپنے شہر، گھر، موسم، مٹی راستے راتیں پگڈنڈیاں باغ گلیاں چھوڑ کر اجنبی شہروں میں مجرموں کی طرح چھپ چھپ کر زندگی بسر کرتے ہیں اپنے گاؤں میں لوگوں کی خشمگیں نگاہیں ان کے قلب اور سینے کو چھلنی کرتی اور ان کی عزت تار تار کرتی ہیں، ہر خاندان کے کچھ غیرت مند متشدد لوگ معرکہ محبت و بغاوت کا فیصلہ اپنی طاقت سے کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ان بھگوڑے جوڑوں کا سب سے بڑا مسئلہ جان کا تحفظ اور محفوظ ذریعۂ معاش بن جاتا ہے، عدالتیں ہر جوڑے کو پولیس کا تحفظ فراہم نہیں کرسکتی پولیس والا چوبیس گھنٹے دونوں کی حفاظت نہیں کرسکتا لہٰذا یہ دونوں ایک ذہنی عذاب میں زندگی بسر کرتے ہیں، اپنے ماضی پر شرمندہ اور اپنی زندگی سے بے قرار ہو جاتے ہیں، مگر پانی بہہ جائے تو واپس نہیں لوٹتا ایسے جوڑوں کی اذیت ناک زندگی کا مشاہدہ کیا جائے تو لڑکیاں محبت کی شادی کو ہمیشہ کے لیے نفرت سے دیکھیں گی۔ عصر حاضر کے جدیدیت پسندوں سے زیادہ وفادار تو سوہنی کا گھڑا تھا جس نے اپنے مالک سے عہد وفا نبھایا اس نے کہا کہ میں اپنے مالک کی عزت کو کسی کے ہاتھ نہیں ضائع ہونے دوں گا اس نے سوہنی کو دریا پار کرانے سے انکار کردیا وہ گھلنے لگا گھلتا رہا گھلتا رہا اور سوہنی سمیت خود چناب کی موجوں میں ابد تک کے لیے گم ہوگیا کیا عہد حاضر کی مسلمان لڑکی میں گھڑے جتنی غیرت اور وفا اور حیاء نہیں ہے۔

ذاکر نائیک صاحب نے ایک مشکل سوال کا تفصیل سے جواب دینے کے بجائے نہایت بچگانہ انداز میں دیا ہے جس سے مسئلے کی اصل حقیقت واضح نہ ہوسکی اور دین کا اس معاملے میں اصل منشاء بھی بیان ہونے سے رہ گیا۔

☆ لاثواب الا بالنية ☆ (فقہی ضابطہ)